بسم اللہ الرحمن الرحیم

عذابِ قبر کا بیان

مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ

ابو عبداللہ جابر دامانوی

ناشر

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور

فون 060-4567218 موبائل 0333-8556473

احباب گرامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ملک کا عظیم ومنفرد ادارہ ہے جس کی طرف سے بڑے پیمانے پر دینی لٹریچر چھپوا کر مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ اب تک ساٹھ لاکھ سے زیادہ تعداد میں لٹریچر تقسیم کیا جا چکا ہے۔

موجودہ دور میں دینی لٹریچر کی اشاعت ومفت تقسیم صدقہ جاریہ وعظیم جہاد ہے۔

ادارہ کا کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہیں ہے بلکہ دین حق سے محبت رکھنے والے مخیّر احباب کے رضا کارانہ تعاون سے اشاعت دین کا یہ سب کام سرانجام دیا جارہا ہے۔

اگر آپ تبلیغ کے اس مشن کو پسند کرتے ہیں تو آپ سے تعاون کی درخواست ہے۔

محمد یٰسین راہی

مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور پنجاب پاکستان

فون 060-4567218 موبائل 0333-8556473

راولپنڈی میں رابطے کے لئے

راولپنڈی۔ اسلام آباد اور قرب وجوار کے احباب ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کا لٹریچر حاصل کرنے اور ادارہ سے مالی تعاون کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ کریں۔

محترم جناب سید انصار احمد صاحب

امیر انتظامیہ جامع مسجد محمدی اہلحدیث لین نمبر 5 پشاور روڈ راولپنڈی

فون: 051-5470144 موبائل: 0322-5143240

بذریعہ ڈاک صرف: ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور سے منگوائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ تبلیغ نمبر ۳۵۱

عذابِ قبر

کا بیان

— تالیف —

مولانا صفی الرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ

ابوعبداللہ جابر دامانوی

ناشر

مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور پنجاب پاکستان

فون 0604-567218 موبائل 0333-8556473

نام کتاب ---------- عذابِ قبر کا بیان

طابع ---------- عبدالرحمان عابد

باہتمام ---------- مکتبہ محمدیہ
Mob:0300-4826023

طبع اول ---------- اپریل 2008ء

تعداد ---------- 3300

ناشر ---------- ادارہ تبلیغ اسلام جام پور

ہدیہ ---------- تقسیم فی سبیل اللہ

کراچی میں مفت ملنے کے پتہ

شیخ محمد الیاس دوائی والے

شکیل ٹریڈرز کچھی گلی نمبر 1 کراچی

بذریعہ ڈاک صرف

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور سے منگوائیں۔

فون 060-4567218 موبائل 0333-8556473
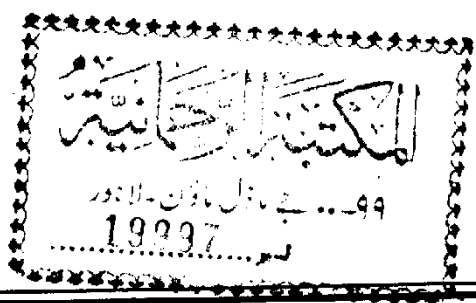
ایک حقیقی فری سفر......ٹکٹ فری......سیٹ یقینی

اہلیت وشرائط:

نام: عبداللہ بن آدم   عرفیت: انسان

قومیت: مسلمان   شناخت: مٹی، ایڈریس روئے زمین

سفر کی تفصیلات:

روانگی: از فرودگاہ دنیا   منزل: راہ آخرت

دورانِ سفر: چند ثانیے جس میں چند لمحوں کے لئے دو میٹرز یر زمین سکونت، قیام

پرواز کا وقت: وقت اجل   ریزوریشن: یقینی

ضروری ہدایات:

تمام مسافران کرام سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ان لوگوں کو اپنی نظر میں رکھیں، جوان سے پہلے اپنا سفر کر چکے ہیں۔ اسی طرح ان کے طیارے کے کیپٹن ملک الموت پر بھی ہر لمحہ نظر رہنی چاہیے۔ مزید تفصیلات کے لئے ان ضروری ہدایات کو بغور پڑھ لیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں درج ہیں۔ اگر اس سلسلہ میں کچھ سوالات درپیش ہوں تو جواب کے لئے علمائے امت سے رجوع کریں۔ پرواز کے دوران آکسیجن کی کمی کی صورت میں آکسیجن ماسک خود بخود آپ کے سامنے گر جائے گا۔ معاف کیجئے گا! ماسک نہیں گرے گا بلکہ سارے پردے نگاہوں کے سامنے خود بخود گر جائیں گے اور یقیناً پھر آپ ہر قسم کی آکسیجن سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

کتنا سامان سفر ساتھ لائیں:

ہر مسافر اپنے ساتھ پانچ میٹر سفید لٹھا اور تھوڑی سی روئی لے جا سکتا ہے لیکن وہ سامان جو میزان میں پورا اترے گا وہ نیک عمل، صدقہ جاریہ، نیک اور صالح اولاد اور وہ علم ہوگا جس سے بعد میں آنے والے دوسرے لوگ نفع حاصل کر سکیں گے، اس سے زیادہ سامان سفر لانے کی کوشش کی گئی تو اس کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے۔ تمام مسافران کرام سے درخواست ہے کہ خواہ ان کے پاس طیارے کا بورڈنگ کارڈ ہے یا نہیں یا ان کے کاغذات سفر تیار ہیں یا نہیں۔ سب کے لئے

ضروری ہے کہ وہ پرواز کے لئے ہر وقت تیار رہیں۔ پرواز کے لئے مزید معلومات سے متعلق فوری طور پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے رابطہ قائم کیا جائے۔ اس سلسلہ میں روازنہ پانچ مرتبہ مسجد کی حاضری مفید رہے گی۔ آپ کی سہولت کے لئے دوبارہ عرض ہے کہ آپ کی سیٹ ریزرو ہو چکی ہے اور کسی ری کنفرمیشن کی ضرورت نہیں۔

ہمیں امید ہے کہ آپ سفر کے لئے تیار ہوں گے ہم آپ کو اس مبارک سفر پر خوش آمدید کہتے ہیں، ہماری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

ادارہ تبلیغ اسلام

جام پور ضلع راجن پور (پاکستان)

قرآن مجید اور عذابِ قبر

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر (پاکستان اور ہند) کی ملت اسلامیہ کی بدقسمتی یا آزمائش کہہ لیجئے کہ یہ پورا خطہ پُرسوز طرح طرح کے دینی فتنوں کا آماجگاہ ہے اور یہاں خود مسلمانوں کے اندر سے اسلام دشمن فتنے جنم لیتے رہتے ہیں۔ کوئی صدی بھر سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو دین سے بے دخل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اس سلسلہ میں تشکیک کے نت نئے پہلو سامنے آتے رہتے ہیں' اب کچھ دنوں سے یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ قبر کے عذاب وثواب کا عقیدہ غلط اور قرآن کے خلاف ہے؟

پیش نظر کتابچہ میں اسی خیال کی جائزہ لیتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ یہ عقیدہ حدیث ہی کی طرح قرآن سے بھی ثابت ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس عقیدہ کو نہ ماننے والے حدیث کے تو منکر ہیں ہی (یہ تو) قرآن کے بھی منکر ہیں' یعنی ایسے لوگ نہ قرآن کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ عذاب وثوابِ قبر کا مطلب مردہ کو برزخ میں یعنی موت کے بعد اور قیامت سے پہلے کی مدت میں عذاب یا ثواب ملنا ہے۔ اتنی سی بات ذہن میں رکھ کر قرآن مجید سے اس کا ثبوت سنئے۔

پہلی دلیل

قرآن مجید میں شہیدوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰـکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ﴾ (البقرة: ١٥٤)

یعنی ''اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جانے والوں کو یہ نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں' بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم لوگ نہیں سمجھتے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ o فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ o يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ o (آل عمران: ١٦٩- ١٧١)

یعنی ''وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں' وہ اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔ جو کچھ انہیں اللہ نے اپنے فضل سے دیا ہے اس سے وہ خوش ہیں اور جو لوگ ابھی ان کے پیچھے ہیں (یعنی دنیا میں ہیں) اور ان سے ملے نہیں ہیں ان کے بارہ میں خوش ہیں (اور اس پر خوش ہیں کہ) اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا''۔

ان آیات سے واضح اور دوٹوک طور پر ثابت ہوتا ہے کہ شہدائے کرام کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے جانے کے بعد پھر زندگی عطا کر دی جاتی ہے اور یہ زندگی ہماری دنیاوی زندگی کی طرح نہیں ہوتی' بلکہ یہ ایسی ہوتی ہے جسے ہم سمجھ نہیں سکتے' لیکن بہر حال شہادت کے مرحلہ سے گذرنے کے بعد ان کے لئے زندگی ملنا اس قدر پختہ طور پر یقینی ہے کہ انہیں مردہ کہنے سے روک دیا گیا ہے۔ ان آیات پر ایک بار پھر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ ان آیات سے شہیدوں کے لئے صرف زندگی ہی عطا کیا جانا ثابت نہیں ہوتا' بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہائے گونا گوں سے بہرہ ور اور سرفراز کیا جانا بھی ثابت ہوتا ہے۔ پھر یہ نعمتیں جو دنیا سے تشریف لے جاتے ہی انہیں ملتی ہیں' صرف انہیں کے لئے مخصوص نہیں ہیں' بلکہ اسی طرح کی نعمتوں کی خوشخبری وہ اپنے ان مؤمن بھائیوں کے حق میں بھی جانتے ہیں جو ابھی دنیا سے گذرے نہیں ہیں اور ان شہیدوں کو یہ بھی بتلا دیا گیا ہے کہ ان نعمتوں کا سبب ایمان ہے۔ کیونکہ آیت کے آخر میں ''وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ

اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾ کہا گیا ہے۔"اَجْرُ الشُّهَدَاءِ" یا "اَجْرُ الْمَقْتُوْلِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" نہیں کہا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ ان آیات سے برزخ اور بلفظ دیگر قبر میں اہل ایمان کو ثواب ملنے کا پورا پورا ثبوت فراہم ہو رہا ہے۔

دوسری دلیل

قرآن مجید میں جگہ جگہ بتایا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی دعوت دی' فرعون مانا' اسے بہت سے نشانات دکھائے گئے وہ تب بھی نہ مانا' آخر موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر نکل پڑے' فرعون نے اپنے لاؤ لشکر سمیت ان کا پیچھا کیا' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا میں راستہ بنا دیا وہ پار ہونے لگے تو فرعون بھی اپنے لشکر سمیت اسی راستہ پر چل پڑا' بنو اسرائیل پار نکل گئے اور فرعون اپنے لشکر سمیت ڈبو دیا گیا۔ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سورۃ مومن میں فرمایا گیا:

﴿فَوَقَاهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَّيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۝﴾ (المؤمن: ٤٥ - ٤٦)

یعنی "اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان بری تدابیر سے بچا لیا جو فرعون اور اس کی قوم نے کی تھیں اور قوم فرعون کو بُرے عذاب نے گھیر لیا۔ یہ لوگ آگ پر صبح شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (اللہ حکم دے گا کہ) قوم فرعون کو نہایت سخت عذاب میں مبتلا کر دو"۔

یہ تو معلوم ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کو بچا کر فرعون اور اس کی قوم کو جس عذاب میں گھیرا گیا تھا' وہ دریا میں ڈبوئے جانے والا عذاب ہے' جس سے پورا فرعونی لشکر مر کر ختم ہو گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کے مر جانے کے بعد قیامت قائم ہونے سے پہلے ان کے بارہ میں جو یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ان کو صبح و شام آگ پر پیش کیا جاتا ہے' اگر یہ عذاب برزخ نہیں

ہے تو پھر کون سا عذاب ہے؟

یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ فرعون اور اس کی قوم کو یہ عذاب کیوں دیا جا رہا ہے؟ جواب صاف ہے کہ ان کا قصور قرآن میں جگہ جگہ یہی بتایا گیا ہے کہ انہوں نے سرکشی کی' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام پر ایمان نہیں لائے' ان کی اطاعت و پیروی نہیں کی' شرک و بت پرستی اور نافرمانی و تکبر کی راہ پر چلتے رہے۔

اب سوال یہ ہے کہ ان برائیوں اور ان جرائم کی وجہ سے جب فرعون اور اس کی قوم کو عالم برزخ میں عذاب ہو رہا ہے تو جو لوگ اور جو قومیں یہی قصور کر کے دنیا سے جائیں گے تو انہیں عالم برزخ میں عذاب کیوں نہیں ہو گا؟

کیا اللہ تعالیٰ بے انصاف ہے کہ قوم فرعون نے ایک جرم کیا تو انہیں عذاب دے رہا ہے لیکن وہی جرم اگر دوسری قومیں کریں گی تو انہیں عذاب نہیں دے گا؟

تیسری دلیل

عام کفار کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ٥﴾ (الانعام: ٩٣)

یعنی ''اور اگر آپ دیکھ لیں جب کہ ظالمین موت کی سختیوں میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوں کہ تم اپنے نفسوں کو نکالو۔ آج تمہیں اس سبب سے ذلت کا عذاب دیا جائے گا کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق بولتے تھے اور اس کی آیات سے استکبار کرتے تھے۔''

دیکھئے! کتنی صراحت اور صفائی کے ساتھ کہا گیا ہے کہ کفار کو ان کی عین وفات کے وقت یہ خبر سنائی جاتی ہے کہ آج تمہیں عذاب دیا جائے گا تو ظاہر ہے کہ یہ عذاب قیامت کے دن کا عذاب نہیں ہے' کیونکہ جس دن کسی کافر کی موت واقع ہو رہی ہے وہ قیامت کا دن نہیں' جبکہ

عذاب اسی دن آ پڑنے کی خبر دی جا رہی ہے اور یہ عذاب دنیا کا عذاب بھی نہیں ہے' کیونکہ جس وقت ان کی روح کھینچی جا رہی ہے عین اس وقت انہیں یہ بتایا جا رہا ہے کہ آج تمہیں عذاب دیا جائے گا' یعنی جس عذاب کے دیئے جانے کی خبر دی جا رہی ہے ابھی وہ شروع نہیں ہوا جبکہ روح نکالی جا رہی ہے۔ تو یہ عذاب مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے کا عذاب ہوا' لہٰذا یہ قطعاً عذاب برزخ ہوا۔

چوتھی دلیل

سورۃ طور میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف اہل مکہ کی چہ میگوئیوں اور نکتہ چینیوں کا جواب دینے کے بعد فرمایا ہے:

﴿فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الطور: ٤٥ - ٤٧)

یعنی "انہیں چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے دوچار ہوں جس میں وہ بیہوش کر دیئے جائیں گے۔ جس دن ان کا داؤ کچھ کام نہ دے سکے گا اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ اور یقیناً ظالموں کے لئے اس کے علاوہ بھی عذاب ہے اور لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

غور فرمایئے کہ ظالمین مکہ کے لئے قیامت کے دن کے علاوہ جو عذاب ہے اس سے کون سا عذاب مراد ہو سکتا ہے' جبکہ تاریخی شہادتوں سے یہ بات معلوم ہے کہ ان میں سے بہت سے افراد اس دنیا سے عذاب پائے بغیر ہی گذر گئے تھے' لہٰذا اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں کہ اسے عذاب برزخ تسلیم کیا جائے۔

پانچویں دلیل

تقریباً اسی سے ملتی بات سورہ توبہ میں منافقوں کے متعلق کہی گئی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيْمٍ﴾ (التوبة: ١٠١)

''ہم انہیں عنقریب دو مرتبہ عذاب دیں گے' پھر انہیں زبردست عذاب کی طرف پلٹایا جائے گا''۔

زبردست عذاب سے مراد حتمی طور پر قیامت کے بعد کا عذاب ہے۔ اب اس سے پہلے دو مرتبہ کا عذاب' تو اس میں سے ایک تو اس دنیائے فانی کی ذلت ورسوائی ہے جس سے منافقین کو دوچار ہونا پڑا اور دوسرا مرنے کے بعد کا عذاب قبر ہے' کیونکہ بہت سے منافقین کو اس دنیا میں انہیں ایک ہی عذاب دیا گیا ہے دو نہیں۔ اس کے برعکس بعض منافقین کو بار بار ذلت ورسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔ اب اگر ہر مرتبہ کی ذلت کو ایک بار کا عذاب کہیں تو انہیں دنیا میں دو مرتبہ کی بجائے کئی مرتبہ عذاب ہو گیا' اس لئے ان کے حق میں دو مرتبہ عذاب دینے کی باتِ بے معنی ہو جاتی ہے۔ البتہ دنیا کی ساری رسوائیوں کو ایک عذاب' قبر کی سختیوں اور گرفتوں کو دوسرا عذاب قرار دیں تو یہ عین تاریخی شہادت اور واقعات کے مطابق ہے۔

قرآن مجید کی ان آیات اور بیانات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس حقیقت اور عقیدہ کے ثبوت میں کوئی کسر نہیں رہ جاتی کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیکوکار' صالح بندوں کو موت کے بعد اور قیامت سے پہلے' یعنی عالم برزخ اور قبر میں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے اور بدعمل اور گمراہ لوگوں کو عالم برزخ اور قبر میں سزا اور عذاب دیتا ہے۔

یعنی عذاب قبر کا عقیدہ بالکل صحیح اور برحق ہے اور اس کا انکار صاف طور پر قرآن کا انکار ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو حق قبول کرنے کی توفیق دے اور اپنے عذاب قبر اور گرفت سے محفوظ رکھ کر اپنی نعمتوں سے نوازے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا' وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ.

(آمین یا رب العالمین)

❂❂❂

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عذاب القبر حقّ (صحيح بخاری)

”قبر کا عذاب حق (سچ) ہے“

حدیث رسول ﷺ پر ایمان لانا ایمانیات میں شامل ہے۔

”عذابِ قبر“ کا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے اور باطل فرقوں کے علاوہ کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ اور جن فرقوں نے اس عقیدہ کا انکار کیا' انہیں اس مقصد کے لئے احادیث کا بھی انکار کرنا پڑا' حالانکہ احادیث صحیحہ کا انکار قرآن ہی کا انکار ہے۔ قرآن وحدیث دونوں وحی ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار وحی کا انکار ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ۝﴾ (الاعراف: ۳)

”جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی اتباع کرو اور اس کے علاوہ دوسرے اولیاء کی اتباع نہ کرو مگر تم نصیحت کم ہی مانتے ہو۔“

معلوم ہوا کہ اتباع صرف اس کی ہے جو رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا کسی اور کی اتباع ممنوع ہے مگر اس نصیحت کو کم ہی لوگ مانتے ہیں، کیونکہ کوئی اپنے بڑوں کی اتباع و پیروی کرتا ہے۔ کوئی اپنے اماموں اور علماء کی اتباع کرتا ہے اور کوئی اپنے نفس کی اتباع کرتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ۝﴾ (محمد: ۳۳)

”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی اور ان کی اطاعت سے منہ موڑ کر اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔“

اللہ تعالیٰ یا رسول ﷺ میں سے کسی ایک کی اطاعت سے انکار' اعمال کو ضائع (برباد) کرنے کے مترادف ہے اور اطاعت کے لحاظ سے دونوں اطاعتوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ رسول ﷺ کی اطاعت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ.﴾ (النسآء: ۸۰)

''جس نے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی' اس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کی۔''

اور رسول اللہ ﷺ اپنے طرف سے کوئی بات نہیں کہتے تھے بلکہ وہ جو فرماتے تھے، وہ وحی کی بنا پر فرمایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىo اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰىo﴾ (النجم: ۳-۴)

''وہ (نبی ﷺ) اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے بلکہ ان کا بولنا تو وحی کی بنا پر ہے کہ جو ان پر نازل کی جاتی ہے۔''

ایک مقام پر رسول ﷺ کی حیثیت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَo﴾ (النحل: ٤٤)

''اور ہم نے آپ (ﷺ) پر ذکر (قرآن کریم) نازل فرمایا ہے تاکہ جو کچھ ان کے لئے نازل کیا گیا ہے، آپ (ﷺ) اس کی تشریح اور وضاحت کر کے لوگوں کو بتا دیں تاکہ لوگ اس غور و فکر کریں۔''

اس آیت سے واضح ہوا کہ قرآن کریم کے احکامات اور فرامین کی نبی ﷺ اپنے قول و عمل کے ذریعہ تشریح و توضیح فرمانے پر مقرر کئے گئے تھے بلکہ آپ ﷺ چلتے پھرتے قرآن تھے چنانچہ سعد بن ہشام رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے ام المؤمنین! مجھے رسول ﷺ کے اخلاق کے متعلق خبر دیجئے؟ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ یعنی آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا، کیا تم نے قرآن کریم کا مطالعہ نہیں کیا؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ (القلم: ٤)

''اور بیشک آپ اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہیں۔'' (تفسیر ابن کثیر جلد ۵، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۹۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حکم دیا: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''نماز قائم کرو۔'' اب نماز کس طرح قائم کی جائے؟ اس کا مکمل طریقہ جناب محمد ﷺ نے عملاً سکھایا' یعنی استنجا' وضو' نماز کی ادائیگی کا مکمل طریقہ' قیام' رکوع' سجود' قرأت' فرائض' نوافل' اذان' اقامت' اور پانچوں اوقات کی نمازیں وغیرہ' غرض نماز کے ہر ہر مسئلہ کی تشریح اور وضاحت نبی ﷺ نے قولاً وفعلاً فرما دی اور امت سے ارشاد فرمایا کہ:

((صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ.)) (بخاری)

''نماز اسی طرح پڑھو جیسا کہ مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ یعنی ''اور زکوۃ ادا کرو۔'' اب زکوۃ کب ادا کی جائے اور کتنی ادا کی جائے؟ اس کا مکمل طریقہ نبی ﷺ نے اپنی احادیث میں بیان فرما دیا ہے' اسی طرح دین کے دوسرے معاملات کی وضاحت بھی نبی ﷺ نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ فرما دی ہے لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ دین قرآن وحدیث کا نام ہے۔

اب اگر کوئی شخص اپنے کسی باطل عقیدہ کی وجہ سے کسی حدیث کا انکار کر دے تو اس نے حدیث کا انکار کر کے گویا نبی ﷺ کے فرمان کا انکار کر دیا اور فرمان رسول ﷺ کا انکار کرنے والا قرآن کا انکار کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ جو قرآن کریم کی من مانی تشریحات بیان کریں گے' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی تشریح وتفسیر کی ذمہ داری نبی ﷺ ہی کے ذمہ لگا دی اور قیامت تک کسی کو بھی اس بات کا حق نہیں دیا کہ وہ قرآن کریم کی کوئی جدید تشریح بیان کرے اور جو لوگ خوارج' معتزلہ' جہمیہ' قدریہ' مرجیہ' پرویزی اور عثمانی' مسعودی یا منکرین حدیث وغیرہ کی کسی تشریح پر راضی ہو چکے ہیں تو گویا انہوں نے قرآن کریم کا انکار کر دیا ہے' کیونکہ رسول ﷺ کے علاوہ کسی کو بھی قرآن کریم کی تشریح کا حق حاصل نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حدیث کا انکار کرنے والے نہ صرف منکرین حدیث ہیں بلکہ وہ منکرین قرآن بھی ہیں اور جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم قرآن کریم کو تو مانتے ہیں لیکن حدیث

کا انکار کرتے ہیں' تو درحقیقت انہوں نے قرآن کریم کو بھی نہیں مانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝﴾ (النسآء: ١٥٠-١٥٢)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانیں گے اور کسی کو نہیں مانیں گے اور کفر و ایمان کے درمیان ایک راستہ نکالنے کا ارادہ رکھتے ہیں' وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لئے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انہیں ذلیل وخوار کر دینے والی ہوگی' برخلاف اس کے جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو مانیں اور ان کے درمیان تفریق نہ کریں' ان کو ہم ضرور ان کے اجر عطا کریں گے اور اللہ تعالیٰ بڑا درگذر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ اور اس کے رسولوں کو ماننے کا مطلب یہی ہے کہ سب پر ایمان رکھا جائے اور ان میں سے کسی کے درمیان بھی تفریق نہ کی جائے' یعنی اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کو مانتا ہوں لیکن رسولوں کا انکار کرتا ہوں تو یہ ماننا نہ ہوا اور کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میں بعض رسولوں کو مانتا ہوں اور بعض کا انکار کرتا ہوں تو یہ بھی کھلا کفر ہے۔

اسی طرح کسی کا یہ دعویٰ کہ میں قرآن کریم کو تو مانتا ہوں لیکن حدیث رسول ﷺ کو نہیں مانتا تو واضح رہے کہ ایسا شخص قرآن کریم کا بھی انکاری ہے' کیونکہ اس نے قرآن کریم کے حکم ﴿وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ ''اور رسول کی اطاعت کرو'' کا انکار کر دیا ہے۔

بعض لوگ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ فلاں حدیث قرآن کریم کی فلاں آیت سے ٹکراتی ہے یا اس کا مضمون قرآن کریم کے فلاں مضمون کے خلاف ہے' تو یہ لوگ بھی اس قبیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ حدیث کو قرآن کریم سے ٹکرانے والے فرق باطلہ ہی تھے اور انہوں نے ہی یہ اصول

وضع کئے تھے۔ واضح رہے کہ یہ باطل عقیدہ بھی شیعہ کا ہے۔ شیعہ کی معتبر کتاب اصول کافی میں ہے:

فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ فَخُذُوْهُ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَدَعُوْهُ۔

(اصول کافی ج ۱ ص ۵۵)

''پس جو (حدیث) کتاب اللہ کے موافق ہو تو اسے لے لو اور جو کتاب اللہ کے خلاف ہو تو اسے چھوڑ دو۔''

اب اگر کوئی یہ اصول بیان کرے تو سمجھ لیں کہ وہ شیعہ مذہب کی تبلیغ کر رہا ہے کیا امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ دین سے اس قدر ناواقف تھے کہ انہوں نے قرآن کریم کے خلاف آئی ہوئی احادیث کو اپنی اپنی کتب میں جگہ دی؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ احادیث قرآن کریم کے خلاف نہیں ہیں بلکہ قرآن کریم کی توضیح وتفسیر بیان کرتی ہیں۔

مثال کے طور پر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ......﴾ (البقرة: ۱۷۳)

''تم پر حرام کیا گیا ہے مُردہ......''

قرآن کی اس آیت سے واضح ہوا کہ مردہ (یعنی جو حلال جانور اپنی طبعی موت مر جائے) حرام ہے اور اب کسی بھی مردہ کو کھانے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ وہ حرام ہے لیکن حدیث میں ہے:

((هُوَ الطَّهُوْرُ مَآءُهٗ وَالْحِلُّ مَيْتَتُهٗ.))

''سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا ''مردہ'' (مچھلی) حلال ہے۔''

(رواہ مالک والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی' مشکوٰۃ المصابیح وسندہ صحیح)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مچھلی اگرچہ مردہ ہے لیکن اس کا کھانا حلال ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ حدیث قرآن کریم کے خلاف ہے لیکن جب قرآن وحدیث میں اختلاف ہوگا تو ان میں تطبیق دی جائے گی یعنی اگرچہ ہر مردہ حرام ہے لیکن مچھلی مردہ ہونے کے باوجود بھی حلال ہے' کیونکہ یہ ایک استثنائی صورت ہے۔ اور دیکھا گیا ہے کہ منکرین عذابِ قبر اور منکرین حدیث بھی اس ''مردہ'' کو مزے لے لے کر کھاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن وحدیث پر سچے دل سے ایمان رکھا جائے اور ان پر شک وشبہ نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ (الحجرات:۱۵)

''حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے' پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا' وہی سچے لوگ ہیں۔''

احادیث کے متعلق اگر ذرا سا بھی ایمان متزلزل ہو جائے تو پھر گویا اس شخص کا پورا اسلام ہی مشکوک ہو جائے گا اور جو لوگ انکار حدیث کی تبلیغ کر رہے ہیں تو وہ اس سلسلہ میں یہود ونصاریٰ اور دشمنانِ اسلام کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے ہیں یا وہ اسلام کی پابندیوں سے جان چھڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ مردم شماری میں ان کا نام مسلمانوں کی لسٹ میں بھی رہے جبکہ دوسری طرف وہ اسلام کی پابندیوں سے بھی آزاد رہیں۔

اختلافات کے حل کا قرآنی اصول:

جب کسی مسئلہ میں لوگوں کے درمیان اختلاف' جھگڑا ہو جائے اور لوگ اس مسئلہ کے متعلق مختلف آراء اور نظریات رکھتے ہوں تو ایسی صورت میں اس کے حل کی کیا صورت ہوگی؟

اس کا جواب قرآن کریم نے اس طرح دیا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا﴾ (النسآء: ۵۹)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں' پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب بھی کسی مسئلہ میں اہل اسلام کے درمیان اختلاف ہوگا تو

اس کے حل کی صورت یہ ہوگی کہ اس مسئلہ کا حل قرآن وحدیث سے دریافت کیا جائے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قرآن وحدیث کو فیصل قرار دے دیا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان کا دعویدار ہے تو وہ اختلافی مسائل کا حل قرآن وحدیث ہی میں تلاش کرے گا' ورنہ بصورت دیگر ایسے شخص کا دعویٰ ایمان ہی مشکوک ہے۔

لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ مختلف مسالک اختلافی مسئلہ کا حل قرآن وحدیث کے بجائے اپنی منظورِ نظر شخصیات سے حاصل کرتے ہیں اور جو حل انہیں اپنے امام' اپنے قائد اور اپنے امیر جماعت سے مل جائے تو وہ اسے قبول کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ حنفی اپنے امام کی بات کو حرفِ آخر سمجھتا ہے اور احادیث صحیحہ کو خاطر میں لانے کے لئے تیار نہیں۔ اسی طرح مالکی اپنے امام' شافعی اپنے امام' حنبلی اپنے امام' خوارج' معتزلہ' جہمیہ' مرجیہ' پرویزی' عثمانی اور مسعودی وغیرہ اپنے اپنے بانی وامام کی بات کو حجت اور حرف آخر سمجھتے ہیں اور وہ ﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ کے بجائے "فَرُدُّوْهُ اِلَى الْاِمَامِ" یا اِلٰی اَمِيْرِ الْجَمَاعَةِ" پر عمل پیرا ہیں۔

ایک حنفی کے سامنے جب احادیث صحیحہ آتی ہیں تو وہ ان احادیث صحیحہ پر عمل پیرا ہونے کے لئے اس لئے تیار نہیں ہوتا کہ اس نے اپنے امام کی تقلید اختیار کر رکھی ہے اور اسی تقلید نے اسے سنت رسول ﷺ پر عمل کرنے سے روک رکھا ہے۔

اسی طرح ایک عثمانی کے سامنے جب عذابِ قبر کی صحیح احادیث پیش کی جاتی ہیں تو وہ نبی ﷺ کے ان ارشادات کو ڈاکٹر عثمانی کے کہنے پر رد کر دیتا ہے' گویا ڈاکٹر عثمانی کی شخصیت اس کے لئے حجت ودلیل بن چکی ہے اور نبی ﷺ کی شخصیت اس کی نگاہ میں اپنا مقام کھو چکی ہے' تو اس طرز عمل کو اب کیا نام دیا جائے اور کس کفر یا شرک سے اسے تعبیر کیا جائے۔ کیا نبی ﷺ کے ارشادات کا انکار کر کے کوئی شخص مومن رہ سکتا ہے؟ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (النساء: ٦٥)

''پس نہیں اے محمد (ﷺ) تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک

کہ یہ باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو (تو) اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بلکہ سربسر تسلیم کرلیں۔''

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو اختلافی مسائل میں حَکَم نہ ماننے والا ایمان سے خارج ہے۔ چاہے وہ اپنے آپ کو لاکھ مرتبہ مسلمان یا توحیدی کہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (النسآء: ١١٥)

''اور جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت کرے اور اہل ایمان کے راستہ کے سوا کسی دوسرے راستہ پر چلے، حالانکہ اس پر (قرآن وحدیث کے ذریعہ) ہدایت واضح ہو چکی ہے تو اس کو ہم اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا (چل پڑا) ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے جو بدترین جائے قرار ہے۔''

قرآن وحدیث راہ ہدایت ہے اور اس راہ ہدایت پر چلنا ہر مسلم پر لازم ہے لیکن جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد یعنی حدیث کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی اس کو ترک کر دیتا ہے تو وہ رسول ﷺ کی مخالفت کر رہا ہے اور مومنین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راستہ کو چھوڑ کر کسی دوسری راہ پر چل پڑا ہے تو اس کا انجام ظاہر ہے یعنی جہنم کے سوا اس کا اور کونسا ٹھکانہ ہو سکتا ہے۔

چنانچہ ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (النور: ٦٣)

''پس جو لوگ رسول (ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو (کسی اچانک) آفت یا دردناک عذاب کے آ جانے سے ڈرنا چاہیے۔''

اس مضمون کی دیگر آیات بھی موجود ہیں لیکن ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں:

عقیدہ عذابِ قبر:

احادیث رسول ﷺ پر سچے دل سے ایمان لانے کے بعد جو شخص بھی عذاب قبر کے بارہ

میں احادیث کا مطالعہ کرے گا تو وہ اس حقیقت کو پا لے گا کہ قبر کا عذاب ایک حقیقت ہے۔
عذاب قبر کا تعلق چونکہ مشاہدہ سے نہیں بلکہ اس کا تعلق ایمان بالغیب سے ہے' اس لئے کہ ہم اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ بس یوں سمجھ لیں کہ جیسے فرشتوں' جنات' جنت وجہنم کو ہم اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے کہنے سے تسلیم کرتے ہیں' تو اسی طرح عذاب قبر کو بھی ہمیں تسلیم کر لینا چاہیے' کیونکہ عذاب قبر کے متعلق بے شمار احادیث صحیحہ موجود ہیں جو درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہیں اور ان احادیث کا انکار گویا قرآن کریم کے انکار کے مترادف ہے۔

ان میں سے چند احادیث کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:

(۱) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے آیت:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ.﴾

(ابراھیم ۲۷)

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھتا ہے قول ثابت کے ذریعہ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔''

کے متعلق فرمایا کہ یہ آیت عذاب قبر کے بارہ میں نازل ہوئی (قبر میں) میت سے کہا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی جناب محمد ﷺ ہیں' تو یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا کہ ''اللہ تعالیٰ ثابت وقائم رکھتا ہے ایمان والوں کو سچی بات کے ذریعہ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی۔'' (صحیح مسلم نیز ملاحظہ فرمائیں: صحیح بخاری' کتاب الجنائز و کتاب التفسیر و مشکوٰۃ المصابیح کتاب الایمان' باب اثبات عذاب قبر)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ عذاب قبر کا ذکر قرآن کریم میں بھی موجود ہے۔ سورۂ ابراھیم کی آیت نمبر ۲۷ عذاب قبر ہی کے بارہ میں نازل ہوئی اور قبر میں میت کو اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے۔ (جیسا کہ صحیح بخاری کی اسی حدیث میں یہ بات موجود ہے) اور اس سے سوالات پوچھے جاتے ہیں۔ قبر کا سوال وجواب حق ہے اور اہل اسلام میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ سوال و جواب کے وقت روح کو بھی قبر کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور قبر کے مسئلہ کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے' اس لئے اسے دنیا کی زندگی پر قیاس کرنا گمراہی اور جہالت ہے' کیونکہ میت کی دنیاوی زندگی

ختم ہو چکی ہے اور اب وہ آخرت کے مراحل سے گذر رہی ہے اور اس عنوان پر آگے کچھ مزید تفصیل بیان کی جائے گی۔

منکرین عذاب قبر احادیث کے انکار میں اس قدر آگے نکل چکے ہیں کہ وہ حدیث پر تنقید کرتے ہوئے نبی ﷺ کی توہین کا بھی ارتکاب کر جاتے ہیں اور یہ تک نہیں سمجھتے کہ ان کے قلم نے کیا لکھ مارا ہے' اس کی ہم بہت سی مثالیں بیان کرتے' لیکن یہ مختصر کتابچہ اس کا متحمل نہیں ہے' لہٰذا یہاں ایک ہی مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر عثمانی صاحب کا ایک مقلد (ابوانور جدون) اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اسی طرح یہ فرقہ پرست اور قبر پرست قرآن کی مندرجہ ذیل آیت سے ارضی قبر کی زندگی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ ایمان داروں کو دنیا میں بھی ثابت قدم رکھے گا اور آخرت میں بھی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ایمانداروں کی مدد کرے گا۔ چونکہ اس آیت کا ذکر بخاری کی حدیث میں عذاب قبر کے ساتھ کیا گیا ہے اسی لئے بعض جاہل اور گمراہ بڑے خوش ہوتے ہیں کہ ہمارے عقیدہ (کہ مردہ قبر میں زندہ ہو جاتا ہے' حالانکہ کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں۔ راقم الحروف) کا ثبوت قرآن کی یہ آیت ہے۔'' (دعوت قرآنی اور یہ فرقہ پرستی ص ۶۷)

یہ ہے ابوانور جدون کی ''دعوت قرآن'' اور ان کا ''ایمان خالص'' کہ اس آیت کے متعلق خود نبی ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ اس کا تعلق عذاب قبر کے ساتھ ہے لیکن موصوف نے یہ کہنے والے پر فرقہ پرست' قبر پرست' جاہل' گمراہ ہونے کا فتویٰ لگا دیا ہے' تو ظاہر ہے کہ احادیث نبی ﷺ کی اس طرح توہین کرنے والا مومن کہلانے کا حقدار نہیں ہو سکتا۔

(۲) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بے شک جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے پیٹھ موڑ کر لوٹتے ہیں اور وہ ابھی ان کی جوتوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اس شخص یعنی محمد ﷺ کے متعلق کیا کہتا ہے' تو مومن کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس

کے رسول (ﷺ) ہیں۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اپنا ٹھکانہ جہنم سے دیکھ کہ جسے اب اللہ تعالیٰ نے جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے۔ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر وہ اپنے دونوں ٹھکانے دیکھتا ہے۔''

قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ چوڑی کر دی جاتی ہے اور اسے قیامت تک سرسبز و شادابی سے بھر دیا جاتا ہے۔ پھر قتادہ رحمہ اللہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی بقیہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اور منافق یا کافر سے کہا جاتا ہے کہ تو اس شخص (محمد ﷺ) کے متعلق کیا کہتا ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا' میں تو وہی کہتا ہوں کہ جو لوگ کہتے تھے' پس اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے عقل سے پہچانا اور نہ قرآن پڑھا اور نہ ہی اس سے راہنمائی حاصل کی' یہ کہہ کر اسے لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے اور اس کے چیخنے چلانے کی آواز جنوں اور انسانوں کے سوا قریب کے تمام جانور سنتے ہیں۔'' (صحیح بخاری' کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر' صحیح مسلم ایضاً۔ قتادہ رحمہ اللہ کا قول صرف مسلم میں ہے)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اسے قبر میں اٹھا کر بٹھایا جاتا ہے اور اس سے سوال و جواب ہوتا ہے اور مومن کو قبر میں راحت و آرام ملتا ہے' جبکہ منافق و کافر کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ میت' دفن کر کے واپس جانے والے ساتھیوں کی جوتوں کی آواز سنتی ہے اور یہ ایک استثنائی حالت ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ میت یہ جان لے کہ جس اہل و عیال کیلئے اس نے آخرت کو فراموش کر رکھا تھا' آج وہ اسے تنہا چھوڑ کر جا رہے اور قبر میں ایمان اور نیک اعمال کے سوا کوئی چیز اسے نجات نہیں دلا سکتی۔

بعض حضرات نے حدیث کے اس حصہ کو خلافِ قرآن قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث خلافِ قرآن نہیں بلکہ ایک استثنائی صورت ہے' جیسا کہ پیچھے ہم نے ''مردار'' کی مثال بیان کی تھی۔ عثمانی فرقہ کے بانی ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب نے اس حدیث کو صحیح مانا ہے' لیکن اس کی تاویل کی ہے' ان کا پہلے یہ کہنا تھا کہ اس حدیث میں حقیقت نہیں بلکہ مجاز بیان کیا گیا ہے' مطلب یہ ہے کہ جوتوں کی آواز سنی جا سکتی ہے کہ میت کے پاس فرشتے آ جاتے ہیں۔ اس

کے بعد انہوں نے اس حدیث کی دوسری تاویل یہ پیش کی کہ میت فرشتوں کے جوتوں کی چاپ سنتی ہے اور اس بات کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے جمع اور تثنیہ کی بحث بھی کی ہے۔ لیکن اول تو اس حدیث کے سیاق وسباق نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔ اور دوسرا یہ کہ صحیح مسلم کی مختصر حدیث عثمانی صاحب کی اس باطل تاویل کا بھانڈا پھوڑ دیتی ہے اور وہ حدیث یہ ہے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْمَیِّتَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ اِنَّہٗ یَسْمَعُ خَفْقَ نِعَالِھِمْ اِذَا انْصَرَفُوْا۔

''بیشک جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ ان کی جوتوں کی آواز سنتی ہے' جبکہ وہ (اسے دفنا کر) واپس لوٹتے ہیں۔'' (صحیح مسلم کتاب الجنۃ)

اس حدیث میں فرشتوں کے آنے کا ذکر ہی نہیں ہے اور صرف دفن کرنے اور واپس لوٹنے والوں کا ذکر ہے' لہٰذا اس حدیث سے عثمانی صاحب کا مفروضہ باطل ہو جاتا ہے۔

(۳) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بنونجار کے باغ میں اپنے خچر پر سوار تھے کہ اچانک آپ کا خچر بدکا اور قریب تھا کہ آپ کو گرا دے کہ اچانک آپ کو چھ یا پانچ یا چار قبریں معلوم ہوئیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان قبر والوں کو کوئی جانتا ہے؟ ایک شخص نے کہا میں (جانتا ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کب مرے ہیں؟ وہ بولا شرک کے زمانہ میں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ تُبْتَلٰی فِیْ قُبُوْرِھَا فَلَوْلَا اَنْ لَّا تَدَافَنُوْا لَدَعَوْتُ اللّٰہَ اَنْ یُّسْمِعَکُمْ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ الَّذِیْ اَسْمَعُ مِنْہُ۔

''یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جاتی ہے' پس اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم (اپنے مرنے والوں کو) دفن کرنا ہی چھوڑ دو گے تو میں ضرور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا کہ وہ تم کو بھی قبر کا عذاب سنا دے جس طرح کہ میں سنتا ہوں۔''

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو' ہم نے کہا کہ ہم جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ چاہو' ہم نے کہا ہم قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: ظاہر اور باطن فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگو‘ ہم نے کہا ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ مانگو‘ ہم نے کہا ہم دجال کے فتنہ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔'' (صحیح مسلم کتاب الجنۃ و مشکوۃ المصابیح و مسند احمد ۵/ ۱۹۰ و مصنف ابن ابی شیبہ ۳/ ۳۷۳۔ اس حدیث کو سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے‘ اسی طرح سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۳/ ۲۹۶‘ صحیح ابن حبان الصحیحۃ ۱/ ۲۴۳‘ سیدہ ام مبشر رضی اللہ عنہا‘ مسند احمد ۶/ ۳۶۲‘ مصنف ابن ابی شیبہ ۳/ ۳۷۳‘ الصحیحۃ ۳/ ۴۳۰ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ‘ مسند احمد ۳/ ۲۰۱‘ ۱۰۳‘ ۱۵۳‘ ۱۷۵‘ ۲۸۴‘ ۱۱۱‘ ۱۷۶‘ ۲۷۲ بھی بیان کرتے ہیں اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے متعدد روایات میں یہ واقعہ مروی ہے)۔

اس حدیث سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ میت کو اس ارضی قبر میں عذاب ہوتا ہے اور نبی ﷺ کی یہ تمنا تھی کہ جس طرح آپ عذاب قبر کو سنتے ہیں اسی طرح آپ کی امت بھی عذاب قبر کو سنے‘ لیکن پھر اس خوف سے کہ لوگ عذاب قبر کی شدت کو سن کر مردے ہی دفن کرنا چھوڑ دیں گے‘ لہٰذا آپ ﷺ نے یہ دعا نہ فرمائی۔

ظاہر ہے کہ مردے اسی ارضی قبر ہی میں دفن ہوتے ہیں‘ اسی لئے آپ ﷺ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا۔

(۴) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی‘ اس نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا اور ام المومنین سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے قبر کے عذاب سے بچائے‘ تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عذاب قبر کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

نَعَمْ! عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ۔ ''(اے عائشہ!) ہاں قبر کا عذاب حق ہے۔''

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اس کے بعد میں نے ہمیشہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی نماز نہیں چھوڑی مگر اس میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی عذاب القبر)

اور صحیح بخاری کی دوسری روایت میں ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مدینہ کی

دو بوڑھی عورتیں ان کے پاس آئیں اور کہنے لگیں:

اِنَّ اَھْلَ الْقُبُوْرِ یُعَذَّبُوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ۔

''بیشک قبر والے اپنی قبروں میں عذاب دیئے جاتے ہیں۔''

تو میں نے ان عورتوں کو جھوٹا قرار دے دیا اور مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ میں ان کی بات کو مانوں، پھر وہ عورتیں چلی گئیں اور نبی ﷺ میرے پاس تشریف لائے، میں نے آپ ﷺ سے کہا کہ دو بوڑھی عورتیں میرے پاس آئی تھیں اور میں نے پورا واقعہ بیان کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

صَدَقَتَا اِنَّھُمْ یُعَذَّبُوْنَ عَذَابًا تَسْمَعُهُ الْبَھَائِمُ کُلُّھَا۔

''ان دونوں نے سچ کہا ہے بے شک قبر والوں کو (ان کی قبروں میں) عذاب ہوتا ہے جسے تمام چارپائے (جانور) سنتے ہیں۔''

پس اس (واقعہ) کے بعد میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے کوئی نماز نہیں پڑھی مگر اس میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگی ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الدعوات باب التعوذ من عذاب القبر)

اس حدیث سے بھی واضح طور پر ثابت ہوا کہ مردوں کو ان کی قبرں میں عذاب ہوتا ہے اور اس عذاب کو تمام چارپائے سنتے ہیں اور اس سلسلہ میں دیگر احادیث بھی موجود ہیں۔

(۵) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ دو قبروں پر سے گذرے، تو آپ نے فرمایا کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور انہیں کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا بلکہ ان میں سے ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا، پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک تر ٹہنی لی اور اسے درمیان میں سے دو حصوں میں تقسیم کر دیا، پھر آپ نے اس کو ان دونوں قبروں پر گاڑ دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: ''جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہو جائیں اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف کر دے گا۔'' (بخاری و مسلم، مشکوۃ المصابیح باب آداب الخلاء)

اس حدیث کے بارہ میں صحیح مسلم میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب قبر میں کمی نبی ﷺ کی دعا اور شفاعت کے ذریعہ ہوئی تھی۔ (صحیح مسلم ۲/ ۴۱۸)

بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ لوگ ان گناہوں کو معمولی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ

بڑے گناہ ہیں۔ان احادیث سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) میت کو عذاب اسی ارضی قبر میں ہوتا ہے اور ان احادیث میں یہی عام قانون بیان ہوا ہے اور منکرین عذاب قبر کی چند استثنائی صورتیں ذکر کر کے جو عذاب قبر کا انکار کرتے ہیں تو یہ بات بالکل غلط ہے' کیونکہ اس طرح منکرین عذاب قبر اپنی عقل پر تو ایمان رکھتے ہیں اور قرآن وحدیث کا انکار کرتے ہیں اور عملاً وہ اپنے نفس کی پوجا کر رہے ہیں۔

(۲) عذاب قبر میت کو ہوتا ہے زندہ کو نہیں اور میت کا مطلب ہے' مردہ لاش' کہ جس میں روح موجود نہیں ہوتی اور احادیث میں قبر کے عذاب کا ذکر میت ہی کے متعلق ہوا ہے۔لیکن منکرین عذاب قبر کا خیال ہے کہ بغیر روح کے عذاب کیا معنی رکھتا ہے؟ گویا منکرین عذاب قبر احادیث پر نہیں بلکہ اپنی عقل نارسا پر ایمان رکھتے ہیں۔

(۳) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت عذاب کی وجہ سے چیختی چلاتی ہے اور اس کے چیخنے چلانے کی آواز جن وانسان کے علاوہ قریب کی ساری مخلوق سنتی ہے اور جن وانسان چونکہ مکلّف مخلوق ہیں' اس لئے ان کو عذاب کا سنانا' مصلحت کے خلاف ہے' البتہ کبھی کبھی عذاب قبر کی کوئی جھلک اللہ تعالیٰ لوگوں کو دکھا بھی دیتا ہے کہ جس کی گواہی اخبارات اکثر دیتے رہتے ہیں۔

(۴) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب میت کو چارپائی پر رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اس کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لیتے ہیں' تو اگر وہ میت نیک ہوتی ہے تو کہتی ہے کہ مجھے آگے لے چلو اور اگر وہ نیک نہیں ہوتی تو اپنے گھر والوں سے کہتی ہے' ہائے بربادی مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ اس میت کی آواز ہر چیز سنتی ہے سوائے انسان کے اور اگر وہ سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔'' (صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قول المیت وھو علی الجنازۃ' مسند احمد ۳/۴۱' ۵۸)

یہ حدیث صحیح بخاری میں تین مقامات پر کتاب الجنائز میں موجود ہے اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

''جب نیک آدمی کو اس کی چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ'' مجھے آگے لے چلو' مجھے آگے لے چلو' اور جب برے آدمی کو اس کی چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے

ہائے بربادی وافسوس! مجھے تم کہاں لے جا رہے ہو؟'' (سنن النسائی کتاب الجنائز باب السرعۃ بالجنازۃ وصحیح ابن حبان ۷۶۴ ومسند احمد ۲/ ۲۹۲ ' ۵۰۰)

اور بیہقی کی روایت میں مومن اور کافر کے الفاظ آئے ہیں۔ (السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۲۱)

اس حدیث سے بھی واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ عذاب میت کو ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ میت گفتگو کرتی ہے اور عذاب کے آثار کو دیکھ کر چیختی چلاتی ہے جسے انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے' چونکہ انسان و جنات کو عذاب سنانا مصلحت کے خلاف ہے اس لیے ان سے اس عذاب کو پردہ غیب میں رکھا گیا ہے' لہٰذا یہ مکلف مخلوق اس عذاب کو نہیں سن سکتی۔

قبر کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے:

جب عذاب قبر کی احادیث ذکر کی جاتی ہیں تو منکرین عذاب قبر ان احادیث پر ایمان لانے کے بجائے الٹا ان پر عقلی قسم کے اعتراضات شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر عذاب قبر کی احادیث کو مان لیا جائے تو اس طرح پھر ہمیں تیسری زندگی کا قائل ہونا پڑے گا اور مطلب یہ ہو گا کہ قبر کا مردہ اب زندہ ہو چکا ہے جو دیکھتا اور سنتا ہے اور یہ بات قرآن کریم کے خلاف ہے' حالانکہ اگر یہ عقل کے پجاری قرآن و حدیث پر ایمان لے آتے تو انہیں قرآن و حدیث میں یہ بات ملتی کہ قبر کا تعلق دنیا یا دنیاوی زندگی سے نہیں بلکہ آخرت کے ساتھ ہے اور دنیا سے اب ان کا کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ مردہ کو کوئی شخص بھی قبر میں زندہ نہیں مانتا یعنی دنیاوی زندگی کا کوئی بھی قائل نہیں ہے اور اگر کسی نے ان کی زندگی کا ذکر کیا ہے تو اس سے مراد ''برزخی زندگی'' ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ۝﴾ (ابراھیم: ۲۷)

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قدم (مضبوط) رکھتا ہے قول ثابت کے ذریعہ دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی' اور اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا کرتا ہے۔''

نبی ﷺ نے اس آیت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی۔ (بخاری)

اس آیت میں دو مقامات کا ذکر کیا گیا ہے یعنی دنیا اور آخرت جہاں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ ثابت قدم اور مضبوط رکھتا ہے اور نبی ﷺ نے وضاحت فرمادی کہ قبر کا تعلق آخرت کے ساتھ ہے کیونکہ یہ آیت عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی۔

ایک اور حدیث میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ ثُمَّ سَلُوْا لَهُ بِالتَّثْبِيْتِ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْاَلُ۔ (اخرجه ابو داوٗد فی الجنائز باب الاستغفار عند القبر للميت فی وقت الانصراف: ٣٢٢١ و الحاکم فی المستدرك: ١/ ٣٧٠ وقال هذا حديث صحيح الاسناد و قال الذهبی صحيح و رواه ابن السنی فی عمل اليوم و الليله باب ما يقول اذا فرغ من دفن الميت رقم ٥٨٥ ومشكوٰة المصابيح باب' اثبات عذاب القبر)

"نبی ﷺ جب میت کو دفن کرنے سے فارغ ہوتے تو قبر پر کھڑے ہوتے ہی فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو' اس لئے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جا رہا ہے۔"

یہ حدیث بھی مندرجہ بالا آیت کی پوری طرح وضاحت اور تشریح کرتی ہے:

(۲) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمْرُضُ اِلَّا خُيِّرَ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔

(بخاری ومسلم و مشکوٰۃ ص ٥٢٧)

"ہر نبی کو مرضِ موت میں دنیا و آخرت کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے۔"

یعنی اگر وہ چاہے تو مزید مدت دنیا میں قیام کرلے اور چاہے تو آخرت کے قیام کو اختیار کرلے۔ اس حدیث میں بھی موت کے بعد کی زندگی کو آخرت قرار دیا گیا ہے۔

(۳) سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْقَبْرَ أَوَّلُ مَنْزِلٍ مِّنْ مَّنَازِلِ الْآخِرَةِ۔

''قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔''

(الترمذی' ابن ماجہ' مشکوٰۃ المصابیح ج۱ ص۴۸ وقال الشیخ الالبانی سندہ حسن)

(۴) ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتی ہیں:

فَجَمَعَ اللّٰهُ بَيْنَ رِيقِي وَرِيقِهِ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِّنَ الدُّنْيَا وَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِّنَ الْآخِرَةِ۔

''پس اللہ تعالیٰ نے میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب کو آپ کے دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن جمع فرمادیا۔'' (صحیح بخاری ج۲ ص۶۴۰)

(۵) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی سیدہ صفیہ بنت ابی عبید رضی اللہ عنہا جو اپنے کھیتوں میں رہا کرتی تھیں' انہوں نے موت کو قریب دیکھ کر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا:

إِنِّي فِي آخِرِ يَوْمٍ مِّنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا وَ أَوَّلُ يَوْمٍ مِّنَ الْآخِرَةِ۔ (سنن النسائی' کتاب المواقیت' باب الوقت الذی یجمع فیه المسافر بین الظهر و العصر)

''میں دنیا کے آخری دن میں اور آخرت کے پہلے دن میں ہوں'' یعنی قریب الموت ہوں۔

قرآن وحدیث میں مرنے کے بعد کے لئے اور قیامت کے لئے آخرت کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے' البتہ بعض اہل علم نے مرنے کے بعد سے قیامت تک کے احوال کے لئے برزخی زندگی اور عالم برزخ کی اصلاح ایجاد کی ہے۔

برزخ کیا ہے؟

لغت میں برزخ کے معنی آڑ' پردہ' حاجز اور فاصل کے ہیں۔ دو حالتوں یا دو چیزوں کے درمیان جو چیز فاصل ہو' اسے برزخ کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں برزخ کا لفظ تین مرتبہ آیا ہے:

❶ ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ o بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ o﴾ (الرحمن:۱۹-۲۰)

"اسی نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔ دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) وہ تجاوز نہیں کر سکتے۔"

❷ ﴿وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾ (الفرقان: ۵۳)

"اور وہی ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا' ایک کا پانی شیریں پیاس بجھانے والا ہے اور دوسرے کا کھاری کڑوا ہے اور دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنا دی۔"

ان آیات سے معلوم ہوا کہ برزخ دو دریاؤں کے درمیان ایک آڑ کا نام ہے۔

❸ ﴿حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صٰلِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ (المؤمنون: ۹۹-۱۰۰)

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائے گی تو کہے گا کہ اے پروردگار! مجھے پھر دنیا میں واپس بھیج دے تا کہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کروں' ہرگز نہیں یہ ایک ایسی بات ہے کہ وہ اسے زبان سے کہہ رہا ہوگا اور ان کے پیچھے ایک آڑ ہے (جہاں وہ) اس دن تک رہیں گے جب دوبارہ اٹھائیں جائیں گے۔"

اس آیت میں برزخ کو دنیا اور آخرت کے درمیان ایک آڑ قرار دیا گیا ہے یعنی مرنے والوں پر اب جو حالات قیامت تک گذریں گے انہیں دیکھنا اور جاننا ہمارے بس سے باہر ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میت پر قبر میں جو حالات گذرتے ہیں ہم ان کا مشاہدہ نہیں کر سکتے۔ البتہ نبی ﷺ نے عذاب قبر کی جو تفصیلات بیان فرمائی ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے۔

قبر کسے کہتے ہیں؟ ارضی قبر کے علاوہ کسی دوسری قبر کا وجود ہے؟

قبر جس کی جمع قبور آتی ہے۔ لغات کی کتب میں اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ:

"وہ گڑھا جس میں مردے کو دفن کرتے ہیں۔" (علمی اردو لغت جامع' ص ۱۰۶۷)

"دفن کرنے کی جگہ" (فیروز اللغات اردو/عربی ص ۵۵۰)

قبر کا ذکر قرآن کریم میں آٹھ مقامات پر آیا ہے اور ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر اسی معروف قبر کو کہتے ہیں جو زمین میں بنائی جاتی ہے اور اس قبر کے علاوہ قرآن وحدیث میں کسی اور مقام کو قبر نہیں کہا گیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کے ایک دو مقامات ملاحظہ فرمائیں:

﴿وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ﴾ (التوبہ: ۸٤)

"اور آپ (ﷺ) ان (منافقین) میں سے کسی کی قبر پر کھڑے نہ ہوں۔"

﴿وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ﴾ (فاطر: ۲۲)

"اور آپ (ﷺ) ان کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں (مدفون) ہیں۔"

ان مقامات کے علاوہ سورۃ الحج: ۷، سورۃ الانفطار: ۴، سورۃ العادیات: ۹، سورۃ الممتحنۃ: ۱۳، سورۃ عبس: ۲۱-۲۲ اور سورۃ التکاثر ۲-۱ میں بھی قبر کا ذکر آیا ہے۔

قرآن کریم میں قبر کے لئے اجداث کا لفظ بھی آیا ہے، جس کی واحد جدث ہے:

﴿وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝﴾ (یٰس: ۵۱)

"اور (جب) صور میں پھونکا جائے گا تو اچانک یہ اپنے رب کے حضور پیش ہونے کے لئے قبروں سے نکل پڑیں گے۔"

اس آیت کے علاوہ سورۃ القمر آیت نمبر ۷ اور سورۃ المعارج آیت نمبر ۴۳ میں بھی اجداث کا لفظ آیا ہے۔ اس طرح ان گیارہ مقامات پر قبر کا لفظ اسی معروف قبر کے لئے استعمال ہوا ہے کہ جو زمین میں بنائی جاتی ہے۔

ان آیات میں سے صرف ایک آیت سے برزخی قبر کا مفہوم کشید کیا گیا ہے اور وہ آیت یہ ہے:

﴿ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝﴾ (عبس: ۲۱ - ۲۲)

"پھر اسے موت دی اور قبر دی، پھر جب چاہے گا، اسے اٹھا کھڑا کرے گا۔"

بعض لوگوں نے اس سے یہ مفہوم اخذ کیا ہے کہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ موت دیتا ہے اور پھر اسے قبر دیتا ہے اور چونکہ ہر انسان کو یہ معروف قبر نہیں ملتی کیونکہ کوئی جل کر راکھ بن جاتا ہے اور

کسی کو جانور کھا کر فضلہ بنا دیتا ہے تو ثابت ہوا کہ ہر انسان کو برزخ میں قبر ملتی ہے اور یہی اس کی اصل قبر ہے جسے برزخی قبر کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات اس آیت کے سیاق کے خلاف ہے کیونکہ اگلی ہی آیت میں یہ بتا دیا گیا ہے اللہ جب چاہے گا' اسے قبر سے اٹھائے گا اور ظاہر ہے کہ یہ انسان قیامت کے دن اس زمین والی قبر ہی سے اٹھایا جائے گا۔

قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ (الحج:۷)

''اور بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں (قیامت کے دن) اٹھائے گا۔''

امام بخاری رحمہ اللہ اس آیت کے مفہوم کو ایک باب قائم کر کے اس طرح واضح کرتے ہیں:

''نبی ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی قبروں کا بیان۔ اَقْبَرَهٗ' اَقْبَرْتُ الرَّجُلَ' اقبرہ کے معنی ہیں میں نے اس کے لئے قبر بنائی۔ قبرته کے معنی ہیں میں نے اس کو قبر میں دفن کیا۔'' (صحیح بخاری' کتاب الجنائز)

اقبرہ کا مطلب ہے ''اس کو قبر میں رکھوا دیا'' اقبر' اقبار سے جس کے معنی قبر میں رکھنے اور رکھوانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب' ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔

(لغات القرآن ج ا ص ۱۸۳)

امام بخاری رحمہ اللہ کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ وہ قبر کا وجود زمین ہی میں مانتے ہیں اور کسی برزخی قبر سے وہ واقف نہیں ہیں۔ پس فَاَقْبَرَهٗ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے (دوسرے انسانوں کے توسط سے) قبر عطا کی۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے قرض کی تحریر لکھوانے والے کاتب کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے قرض کی تحریر لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے: ﴿كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ﴾ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے لکھنا سکھایا ہے۔ (البقرۃ:۲۸۲) اب جس طرح اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اسے لکھنا نہیں سکھایا بلکہ دیگر انسانوں کے ذریعہ اس نے لکھنا سکھایا ہے' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسرے انسانوں کے ذریعہ قبر عطا کی ہے۔ قرآن کریم اپنی وضاحت خود کرتا ہے اور قرآن کریم کی آیات کی تشریح و وضاحت قرآن کریم کی دوسری آیات یا احادیث

نبویہ کرتی ہیں اور قرآن کریم کی آیات سے واضح ہو چکا ہے کہ قبر اس معروف قبر کو کہتے ہیں کہ جو زمین میں بنائی جاتی ہے۔

ہر انسان کی قبر زمین ہی ہے:

ہر انسان کی قبر زمین میں بنتی ہے' چاہے اسے جلا کر راکھ کر دیا جائے اور چاہے اسے کسی درندہ یا مچھلی نے کھا کر فضلہ بنا دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰىo﴾ (طٰہٰ: ۵۵)

''ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا اور اسی میں ہم تم کو (موت کے بعد) لے جائیں گے اور (قیامت کے دن) پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکالیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایک عام قانون بیان فرمایا اور وہ یہ کہ چونکہ ہر انسان زمین سے پیدا ہوا ہے' لہٰذا مرنے کے بعد وہ زمین ہی میں دوبارہ لوٹ جائے گا اور ہر قیامت کے دن وہ اسی زمین ہی سے نکالا جائے گا۔ گویا ہر انسان کی قبر زمین ہی ہے اور وہ آخر کار زمین ہی میں جائے گا کیونکہ قیامت کے دن اس زمین ہی سے دوبارہ اٹھنا ہوگا---- دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَo﴾ (الاعراف: ۲۵)

''فرمایا: اسی (زمین) میں تمہارا جینا ہوگا اور اسی میں مرنا ہوگا اور اسی سے (قیامت کے دن) تم نکالے جاؤ گے۔''

سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

﴿وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًاo ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَ يُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًاo﴾ (نوح: ۱۷ - ۱۸)

''اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے عجیب طرح اگایا' پھر وہ تمہیں اسی زمین میں واپس لے جائے گا اور اس سے یکایک تم کو نکال کھڑا کرے گا۔''

قرآن کریم میں ایک مقام پر اس طرح بھی ارشاد فرمایا گیا ہے:

﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ۝ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ۝ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝﴾

(المؤمنون: ١١٢-١١٤)

''اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا: بتاؤ' زمین میں تم کتنے سال رہے؟ وہ کہیں گے' ایک دن یا دن کا بھی کچھ حصہ ہم وہاں ٹھہرے ہیں' شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجئے۔ ارشاد ہوگا: تم تھوڑی ہی دیر دنیا میں ٹھہرے کاش تم نے جانا ہوتا۔''

دوسرے مقام پر اس کی وضاحت اس طرح فرمائی گئی ہے:

﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَ الْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَ لٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الروم: ٥٥-٥٦)

''اور جب قیامت برپا ہوگی تو مجرم قسمیں اٹھا اٹھا کر کہیں گے کہ ہم ایک گھڑی بھر سے زیادہ (زمین میں) نہیں ٹھہرے ہیں' اسی طرح وہ دنیا کی زندگی میں دھوکا کھایا کرتے تھے۔ مگر جو علم اور ایمان سے بہرہ مند کئے گئے تھے وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے نوشتہ میں تو تم روز حشر تک پڑے رہے ہو' سو یہ وہی روز حشر ہے لیکن تم جانتے نہ تھے۔''

ان آیات نے روز روشن کی طرح واضح کر دیا کہ یہ انسان قیامت تک زمین ہی میں رہے گا جیسا کہ ﴿فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ﴾ کے الفاظ واضح کر رہے ہیں۔ اگر انسان زمین کے بجائے کسی اور مقام پر ہوتا یا اس کی کوئی اور قبر ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرور وضاحت فرما دیتا لیکن ظاہر ہے کہ اس انسان نے اس زمین میں رہنا ہے اور قیامت کے دن بھی اسی زمین سے اس طرح نکلنا ہے' لہٰذا ایسی زمین اس کی قبر اور مستقر ٹھہری۔ چنانچہ قرآن کریم میں دو مقامات پر ﴿مستودع﴾ جہاں وہ سونپا جائے گا (یعنی قبر) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ (دیکھئے الانعام: ۹۹ اور ہود ۶) بلکہ ایک مقام پر دوٹوک الفاظ میں فرمایا گیا:

﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ۝﴾ (مرسلات: ۲۵ - ۲۶)

''کیا ہم نے زمین کو سمیٹ کر رکھنے والی نہیں بنایا' زندوں کے لئے بھی اور مردوں کے لئے بھی۔''

معلوم ہوا کہ انسان زندہ ہو یا مردہ اس نے زمین میں رہنا ہے' زندہ اس کے سینے پر زندگی گذارتے ہیں اور مردہ اس کے پیٹ میں رہتے ہیں۔

قرآن کریم کی آیات اور احادیث رسول اللہ ﷺ میں بھی قبر اسی معروف قبر کو کہا گیا ہے کہ جو زمین میں بنتی ہے اور اس سلسلہ میں اتنی بے شمار احادیث موجود ہیں کہ اگر ان کا ذکر کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ حدیث کی ہر کتاب میں محدثین کرام نے کتاب الجنائز قائم کر کے اس سلسلہ کی احادیث ذکر کی ہیں' بلکہ منکرین عذاب قبر کے کتابچوں میں بھی اس سلسلہ کی جو احادیث موجود ہیں وہ بھی اس مفہوم کو واضح کرتی ہیں۔

لیکن حدیث کی کسی کتاب میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہو کہ قبر برزخ میں ہوتی ہے۔ البتہ شیعوں کی کتب میں ایسی روایت موجو ہے کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر برزخ میں ہوتی ہے' چنانچہ ابن بابویہ قیمی' عمران بن زید سے اور وہ ابوعبداللہ جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''اللہ کی قسم ہمارے تمام شیعہ جنت میں ہیں۔'' لیکن قسم ہے اللہ کی کہ میں برزخ سے ڈرتا ہوں تمہارے حال پر' میں نے کہا کہ برزخ کیا ہے؟ فرمایا: ''قبر' تم میں سے کسی کے مرنے کے وقت سے روز قیامت تک (کا وقفہ)''

(تحفۂ اثنا عشریہ: ص ۱۴۹)

معلوم ہوا کہ ''برزخی قبر'' کا تصور ملت جعفریہ میں پایا جاتا ہے اور وہاں سے اسے اسمگل کر کے امت مسلمہ میں پھیلایا جا رہا ہے اور اسی نظریہ کو نہ ماننے والوں کو کافر قرار دیا جا رہا ہے۔ غور کیجئے کہ شیعیت کے لئے کیسے کیسے ہاتھ کام کر رہے ہیں؟ فاعتبروا یا اولوا الابصار!

منکرین عذاب قبر' قبر کو گڑھا کہتے ہیں' اور ان کا خیال ہے کہ قبر اِس گڑھے کو نہیں کہتے بلکہ قبر تو برزخ میں ہوتی ہے۔ جبکہ اللہ اور رسول ﷺ نے اسی معروف زمینی قبر کو ہی قبر کہا ہے' گڑھا نہیں کہا۔

برزخ میں جسم وروح کی کیفیت:

روح اور جسم کی جدائی کا نام موت ہے اور قیامت تک روح اور جسم میں جدائی رہے گی اور جب قیامت برپا ہوگی تو روح کو دوبارہ جسم میں داخل کر دیا جائے گا' اس طرح روح جسم کے اس ملاپ سے انسان کو دوبارہ دوسری زندگی عطا ہوگی اور یہ ایسی زندگی ہوگی کہ اس پر کبھی موت واقع نہیں ہوگی۔

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جسم قیامت تک زمین میں اپنی قبر میں رہے گا' البتہ روح جنت یا جہنم میں قیامت تک رہے گی اور اس کے بہت سے دلائل ہیں جن میں سے بعض کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

مومن کی روح جنت میں رہتی ہے اور وہاں جنت کی نعمتیں کھاتی ہے۔

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(انما نسمة المومن طير تعلق في شجرة الجنة حتى يرجعه الله في جسده يوم يبعثه۔ (مسند احمد ۳/ ۴۵۵-۴۵۶-۴۶۰ و مسند حمیدی ۲/ ۳۸۵ و سنن نسائی ۱/ ۲۲۵ و موطا امام مالک و سنن ابن ماجہ' ص ۳۱۶ و موارد الظمان' ص ۱۸۷ و مشکوۃ المصابیح ۱/ ۵۱۶ وقال الالبانی: سندہ صحیح)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مومن کی روح جنت میں رہتی ہے اور قیامت کے دن ہی اسے اس کے جسم کی طرف لوٹایا جائے گا اور دوسری طرف جسم جو قبر میں ہوتا ہے اس کے متعلق بھی حدیث کی وضاحت موجود ہے۔ (اور اس کے مفصل دلائل پیچھے ذکر ہو چکے ہیں) چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب انسان مر جاتا ہے تو صبح وشام اس کا ٹھکانہ اس پر پیش کیا جاتا ہے' اگر وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے تو اس پر جنت پیش کی جاتی ہے اور اگر وہ جہنمیوں میں سے ہوتا ہے تو اس پر جہنم پیش کی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے:

هٰذَا مَقْعَدُكَ الَّذِي تُبْعَثُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (رواہ البخاری ومسلم واللفظ لہ)

"یہ تیرا ٹھکانہ ہے جس میں تجھے قیامت کے دن یہاں سے اٹھا کر داخل کر دیا جائے گا۔"

اوپر کی حدیث میں تھا کہ مومن کی روح جنت میں ہوتی ہے اور اس حدیث میں ہے کہ میت کو قبر میں اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا کہ قیامت کے دن تجھے یہاں سے اٹھا کر اس میں داخل کر دیا جائے گا۔

ان دلائل سے واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے کہ مومن کی روح جنت میں عیش و آرام کرتی ہے، وہاں کی نعمتیں کھاتی ہے، پرندوں کی طرح اڑتی رہتی ہے اور دوسری طرف کافر و مشرک اور منافق کی روح جہنم میں رہتی ہے اور عذاب سے دوچار ہوتی رہتی ہے۔

جبکہ مومن کی میت نئی نویلی دلہن کی طرح قبر میں آرام کرتی اور سوتی ہے۔ (بخاری و ترمذی) اس کی طرف جنت کا دروازہ کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ (ابوداؤد، مسند احمد، ابن ماجہ) صبح وشام اسے جنت میں اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے۔ لیکن کافر و مشرک اور منافق کی میت پر قبر میں عذاب ہوتا رہتا ہے، اس کی طرف جہنم کی طرف سے کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور صبح و شام اسے جہنم میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔

مومن کی روح کے جنت میں رہنے کے اور بھی بہت سے دلائل ہیں مثلاً

☆ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"شہدا کی روحیں جنت میں سبز پرندوں کے پیٹ میں ہوتی ہیں۔"

اور اسی حدیث میں ان کی اس خواہش کا بھی ذکر ہے کہ وہ کہتے ہیں:

"اے ہمارے پروردگار! ہماری یہ خواہش ہے کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں دوبارہ لوٹا دیا جائے تا کہ ہم تیری راہ میں دوبارہ شہید ہوں۔" (مسلم)

☆ ایک شہید کا سورۃ یٰسین میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب اس کی قوم نے اسے شہید کر دیا، تو ﴿قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ﴾ (یٰسین: ٢٦) اس سے کہا گیا جنت میں داخل ہو جا۔

☆ سیدنا حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ جو جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا کہ: "وہ جنت الفردوس میں ہے۔" (بخاری)

☆ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے ایک شخص کو جنت میں دیکھا کہ وہ جنت میں عیش و آرام کر رہا تھا محض اس بنا پر کہ اس نے راستہ سے ایک ایسے درخت کو کاٹ کر پھینک دیا تھا کہ جو لوگوں کو تکلیف دیتا تھا۔'' (مسلم و مشکوٰۃ ص ۱۶۸)

اور کافر کی روح کے جہنم میں رہنے اور عذاب بھگتنے کے متعلق بھی احادیث موجود ہیں:

قومِ نوح کے متعلق قرآن کریم میں ہے:

﴿مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا﴾ (نوح: ۲۵)

''اپنے گناہوں کے سبب وہ غرق ہوئے اور پھر جہنم میں داخل ہو گئے۔''

☆ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں نے جہنم کو دیکھا کہ اس کا بعض حصہ بعض کو تباہ و برباد کر رہا تھا اور میں نے عمرو ابن لحی الخزاعی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں کھینچ رہا ہے اور وہ پہلا شخص تھا کہ جس نے (عرب میں) بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑنے کی رسم ایجاد کی تھی۔''

(بخاری و مسلم عن جابرؓ مشکوٰۃ ص ۴۵۶)

☆ ایک روایت میں ہے کہ ایک عورت کو صرف ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل کر دیا گیا۔ (رواہ مسلم)

ان دلائل کو میں نے اپنی کتاب ''الدین الخالص'' میں اور عقیدہ عذاب قبر (قرآن وحدیث کی روشنی میں) میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ ان دلائل کی بنا پر منکرین عذاب قبر نے جنت اور جہنم کو برزخی قبریں قرار دے دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ چونکہ ان کو اب ثواب و عذاب ہو رہا ہے اور یہ سارا معاملہ برزخ میں ہے لہٰذا جنت وجہنم ان کی برزخی قبریں ہیں اور دوسری طرف عذاب قبر کی احادیث کا انہوں نے بالکل انکار کر دیا ہے:

﴿تُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾

ڈاکٹر عثمانی صاحب کا کہنا ہے کہ مرنے کے بعد روح کو ایک نیا برزخی جسم دیا جاتا ہے کہ جس میں اس روح کو داخل کر دیا جاتا ہے اور پھر قیامت تک ثواب و عذاب کا سلسلہ اس پر جاری رہتا ہے۔

ہم نے واضح کیا ہے کہ موت سے قیامت تک کے اس عرصہ میں روح جسم سے جدا رہتی ہے

اور قیامت کے دن ہی اسے اس کے جسم میں دوبارہ داخل کیا جائے گا۔ لہٰذا قیامت سے پہلے روح کا کسی جسم میں داخل ہونا اور اس جسم کا زندہ ہونا اور پھر قیامت آنے پر اس نئے جسم کا فوت ہو جانا اور پھر پرانے جسم کا زندہ ہونا' اس کے یہ معنی ہوئے کہ ڈاکٹر عثمانی تین زندگیوں اور تین موتوں کے قائل ہیں۔ جب کہ انہوں نے اپنے کتابچہ میں زور دیا ہے کہ زندگیاں اور موتیں دو دو ہیں اور جو شخص دو زندگیوں اور موتوں سے زیادہ کا قائل ہوگا تو وہ ان کی نگاہ میں کافر ہے۔ اس طرح ڈاکٹر موصوف مستقل طور پر تین زندگیوں اور تین موتوں کی قائل ہو کر اپنے فتوے کی زد میں خود آ رہے ہیں۔

استثنائی صورتیں:

یہ اصولی بات ہے کہ عام قانون سے کسی بات یا مسئلہ کا ثبوت اخذ کیا جاتا ہے اور استثنائی حالات یا معجزات کو دلیل نہیں بنایا جاتا۔ عذاب قبر کا ثبوت بھی ان تمام احادیث سے ہے کہ جس میں عذاب قبر کا ذکر ہے۔ البتہ جن لوگوں کو جلا کر راکھ بنا دیا جاتا ہے یا جو کسی درندے یا مچھلی کا لقمہ بن کر فضلہ بن جاتے ہیں تو یہ ایک استثنائی صورت ہے اور اسے دلیل بنا کر عذاب قبر کا انکار نہیں کیا جا سکتا' کیونکہ عذاب قبر کا ثبوت محکم دلائل کے ساتھ احادیث کی کتب میں موجود ہے' جس سے محدثین کرام اور علماء امت نے عذاب قبر کے ثبوت فراہم کیے ہیں' البتہ جو لوگ جل کر راکھ ہو گئے یا فضلہ بن گئے تو وہ بھی آخر کار اپنی زمین والی قبر میں داخل ہو کر رہیں گے' جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہو چکا ہے۔

صحیح بخاری' صحیح مسلم اور موطا امام مالک وغیرہ کی روایات میں نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا کہ جس کی وصیت پر اسے جلا کر راکھ کر دیا گیا اور اس کی آدھی راکھ سمندر میں اور آدھی راکھ ہوا میں اڑا دی گئی' پھر اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا اور اس کی راکھ اکٹھی کی گئی اور ہوا کو حکم دیا گیا اور راکھ جمع کی گئی یہاں تک کہ وہ آدمی بن کر کھڑا ہو گیا' تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا "تو نے یہ سب کیوں کیا؟" اس نے جواب دیا: "اے میرے پروردگار! تیرے ڈر کی وجہ سے......تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔"

اسی طرح میت کو جب دفن کیا جاتا ہے تو سوال و جواب کے وقت اس کی طرف روح

لوٹائی جاتی ہے اور اس سلسلہ میں صحیح احادیث موجود ہیں۔ دراصل اعادۂ روح کوئی الگ مسئلہ نہیں ہے بلکہ عذاب قبر کے ساتھ ہی اس کا تعلق ہے اور یہ سب اخروی معاملہ ہے اور یہ بھی ایک استثنائی صورت ہے لیکن بعض لوگوں نے اعادۂ روح پر بھی اعتراضات کئے ہیں اور یہ کہا ہے کہ اس طرح تین زندگیاں اور تین موتیں لازم آتی ہیں اور یہ چیز قرآن کریم کے خلاف ہے۔

ہر انسان پر ہر روز موت واقع ہوتی ہے:

اس طرح کے تمام اعتراضات کم فہمی اور کم علمی کا نتیجہ ہیں' دنیا میں ہر روز جب انسان سوتا ہے تو اس کی روح اس سے نکال لی جاتی ہے اور جب وہ جاگتا ہے تو اس کی روح دوبارہ اس کی طرف لوٹا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰى اَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥﴾

(الانعام: ٦٠)

''اور وہی ہے جو رات کو تمہیں موت سے ہمکنار کرتا ہے اور دن کو جو کچھ تم کرتے ہو اسے جانتا ہے' پھر تم کو (زندہ کر کے) اٹھا دیتا ہے اس میں تاکہ پورا ہو وہ وعدہ (زندگی) جو مقرر ہو چکا ہے' آخر کار اس کی طرف تمہاری واپسی ہے' پھر وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔''

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص پر جو رات کو سوتا ہے موت طاری فرما دیتا ہے اور صبح کے وقت اسے دوبارہ زندہ کر دیتا ہے اور اس طرح وہ شخص قیامت سے پہلے بے شمار موتیں اور بے شمار زندگیاں حاصل کر لیتا ہے اور قیامت سے پہلے بار بار اس کی طرف ''اعادۂ روح'' بھی ہوتا رہتا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ٥﴾ (الزمر: ٤٢)

"وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے اور جو ابھی نہیں مرا اس کی روح نیند میں قبض کر لیتا ہے' پھر جس پر وہ موت کا فیصلہ نافذ کرتا ہے' اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک وقت مقرر کے لئے واپس بھیج دیتا ہے' اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں۔"

اس آیت میں جہاں بے شمار موتوں اور بے شمار زندگیوں کا تذکرہ ہے وہاں "اعادۂ روح" کا بھی تذکرہ موجود ہے جو ہر شخص کے بیدار ہونے پر اس کی طرف ہوتا ہے' لہٰذا جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ قیامت سے پہلے اعادۂ روح نہیں ہوتا' تو ان کا یہ قول بلا دلیل و بلا برھان ہے۔

احادیث میں بھی نیند کو موت قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ سونے اور جاگنے کی جو دعائیں احادیث میں آئی ہیں ان میں نیند کو موت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایک مرتبہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صبح کی نماز قضا ہوگئی۔ تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ قَبَضَ اَرْوَاحَكُمْ حِيْنَ شَآءَ وَرَدَّهَا عَلَيْكُمْ حِيْنَ شَآءَ.))

"بے شک اللہ تعالیٰ نے جب چاہا تمہاری روحیں قبض کر لیں اور جب چاہا ان ارواح کو تمہاری طرف لوٹا دیا۔" (صحیح بخاری' کتاب مواقیت الصلوٰۃ' باب الاذان بعد ذھاب الوقت و کتاب التوحید' باب فی المشیۃ والارادۃ)

دنیا کی زندگی میں روزانہ "اعادۂ روح" ہوتا ہے لیکن کسی شخص نے بھی آج تک ان دلائل سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا کہ اس سے کئی زندگیاں اور کئی موتیں مراد ہیں۔ اسی طرح مرنے کے بعد کی زندگی میں اگر احادیث صحیحہ میں سوال و جواب کے وقت "اعادۂ روح" کا ذکر آیا ہے تو اس سے بھی کسی نے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا کہ اس سے کئی زندگیاں اور کئی موتیں مراد ہیں' بلکہ کافر تک دو زندگیوں اور موتوں ہی کے قائل ہیں۔ (دیکھئے سورۃ المومن:۱۱) جب کافر بھی دو زندگیوں اور دو موتوں ہی کے قائل ہوں تو ایک مسلمان کس طرح زیادہ زندگیوں کا قائل ہو سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ برزخیوں کا یہ اعتراض ہی بدعت ہے۔

اب اگر آخرت میں سوال و جواب کے لئے روح کو لوٹا دیا جائے تو اس سے کس طرح تین زندگیاں اور تین موتیں مراد ہوں گے؟ آخرت کے حالات کو ہم دنیا پر قیاس نہیں کر سکتے اور

وہاں میت کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے ہم اس سے بے خبر ہیں کیونکہ دنیا اور آخرت کے درمیان اللہ تعالیٰ نے ایک برزخ حائل کر دی ہے۔ اور پھر یہ تفریق روا رکھنا کہ دنیا میں ہر روز انسان مرے اور ہر روز اس کی روح اس کی طرف لوٹائی جائے اور اس سے کئی زندگیاں اور کئی موتیں مراد نہ ہوں اور آخرت و برزخ میں اگر ایک مرتبہ اس کی طرف روح لوٹ آئے' تو یہ بات قرآن کے خلاف قرار پا جائے؟

ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے دو زندگیاں اور دو موتیں ہی دی ہیں' لیکن اس اصول میں بھی استثناء موجود ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ایک مقام پر ارشاد ہے:

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴾ (البقرة:٢٤٣)

''تم نے ان لوگوں کے حال پر بھی کچھ غور کیا جو موت کے ڈر سے اپنا گھر بار چھوڑ کر نکلے تھے اور ہزاروں کی تعداد میں تھے' اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا' مر جاؤ' پھر اس نے ان کو دوبارہ زندگی بخش دی۔''

اس طرح کی دیگر مثالیں بھی قرآن کریم میں موجود ہیں۔

معلوم ہوا کہ اگرچہ دو زندگیاں اور دو موتیں اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہیں' لیکن اس عام اصول میں بھی استثنا موجود ہے۔ اسی طرح قبر میں اعادۂ روح بھی ایک استثنا ہے کہ جس سے انکار ممکن نہیں۔ کیونکہ اس کا ثبوت بھی احادیث صحیحہ سے ہے اور پھر یہ دنیا کا نہیں بلکہ آخرت کا معاملہ ہے۔

عذابِ قبر کو سمجھنے کے لئے دو مثالیں:

منکرین عذاب قبر' عذاب قبر کا انکار اس لئے کرتے ہیں کہ یہ عذاب انہیں دکھائی نہیں دیتا اور ان کے حواس اسے محسوس نہیں کرتے' اگر میت کو واقعی عذاب ہوتا ہے تو آخر اس میت میں تغیر و تبدل کیوں نظر نہیں آتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سب غیب کا معاملہ ہے' اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کو ہم سے غیب میں رکھا ہے اور ہمیں اس پر صرف ایمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمارے

اردگرد بہت سے کام ہوتے ہیں جنہیں نہ ہم دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ اس کی دو مثالیں ہم قرآن کریم سے پیش کرتے ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ (الحج:۱۸)

"کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کے آگے وہ سب سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں' سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان اور بہت سے وہ لوگ بھی جو عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں؟ اور جسے اللہ تعالیٰ ذلیل وخوار کرے تو پھر اسے کوئی عزت دینے والا نہیں ہے' اللہ تعالیٰ وہ کرتا ہے جو کچھ وہ چاہتا ہے۔"

اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے' یہاں تک کہ سورج' چاند' ستارے' پہاڑ' درخت' چوپائے اور انسان وغیرہ سب ہی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں' لیکن انسان کے علاوہ کوئی مخلوق ہمیں سجدہ کرتی دکھائی نہیں دیتی۔ جیسے منکرین عذاب قبر کو قبرستان میں ایک جانور بھی بدکتا نظر نہیں آتا۔ اسی طرح کتنے جانور ہمیں چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں لیکن ان میں سے ایک بھی سجدہ ریز ہوتا نظر نہیں آتا۔ اسی طرح اونچے اونچے پہاڑوں میں سے کوئی بھی پہاڑ کسی کو سجدہ کرتا نظر نہیں آتا۔ اب منکرین عذاب قبر کیا کریں گے وہ اس آیت پر ایمان لائیں گے یا پھر اس آیت کا انکار کر دیں گے؟ کیونکہ یہ آیت بھی عقل ظاہر سے ٹکراتی ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل: ٤٤)

''اس کی تسبیح تو ساتوں آسمان اور زمین اور وہ ساری چیزیں بیان کر رہی ہیں جو آسمان و زمین میں ہیں، کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو مگر تم ان کی تسبیح سمجھتے نہیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ہی بردبار اور درگذر کرنے والا ہے۔''

اس آیت سے واضح ہوا کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے، لیکن انسان ان کی تسبیح کے بیان کرنے کو نہیں سمجھتا، کیونکہ یہ چیز اس کی عقل وحواس سے بالاتر ہے۔اب قابل غور بات ہے کہ جب ہر چیز ہی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن ان کا یہ عمل ہم سے پوشیدہ ہے اور ہمارے حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے، تو اسی طرح میت کو جو عذاب ہوتا ہے وہ بھی ہمارے حواس سے بالاتر ہے اور ہمارے حواس اسے محسوس نہیں کر سکتے، بس ہم بن دیکھے اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

قبر کی زندگی کی مثال:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سونے والے کو ''مرنے والے'' سے تشبیہ دی ہے: (انعام: ۶۰ اور زمر: ۴۲) آیات پیچھے گذر چکی ہیں--- احادیث میں بھی نیند کو موت قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح مرنے والے کو بھی سونے والے سے تشبیہ دی گئی ہے:

﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ (یٰس: ۵۲)

''کہیں گے (ہائے افسوس) ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھایا (جگا دیا)؟ یہ وہی تو ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔''

ایک حدیث میں ہے کہ مردہ سے کہا جاتا ہے:

نَمْ صَالِحًا ۔ ''اچھی نیند سو جا'' (بخاری)

دوسری حدیث میں ہے:

نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ ۔ ''سو جا جیسے نئی نویلی دلہن سوتی ہے۔'' (ترمذی)

گویا قبر کی زندگی کی مثال سونے والے کی طرح ہے جس طرح ایک سونے والا جب کوئی خواب دیکھتا ہے، اس کا جسم اسے پوری طرح محسوس کرتا ہے تو بالکل اسی طرح ثواب و عذاب کو یہ

مردہ جسم پوری طرح محسوس کرتا ہے۔

عثمانی فرقہ کا طریقہ استدلال:

عثمانی فرقہ جسے برزخی فرقہ بھی کہا جاتا ہے' ان کا طریقہ استدلال بڑا ہی عجیب وغریب ہے' یہ لوگ جب عذاب قبر کی احادیث پر تنقید کرنے لگتے ہیں تو انہیں ضعیف' موضوع اور قرآن کریم کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بغیر دلیل کے کہہ دیتے ہیں کہ فلاں روایت میں شیعہ راوی ہے' لٰہذا یہ روایت موضوع ہے' لیکن دوسری طرف وہ خود جن روایات سے استدلال کرتے ہیں ان میں بھی شیعہ راوی ہوتے ہیں اور ایسے راوی بھی کہ جنہیں اس فرقہ کے سرخیل اور بانی ڈاکٹر عثمانی نے جھوٹا قرار دے رکھا ہے۔ لیکن وہ ان کی روایات نقل کرتے ہیں جیسا کہ ان کا لٹریچر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ یہ اپنی تائید میں من گھڑت اور جھوٹے واقعات بھی نقل کر جاتے ہیں' یعنی مطلب کی ہر بات ان کے ہاں دلیل ہے اور جو دلیل ان کے خلاف جاتی ہے اسے غلط قرار دے دیتے ہیں۔ اعادۂ روح کے بارہ میں ایک برزخی لکھتا ہے کہ اس روایت کے شیعہ راویوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہا ہے' حالانکہ جب راوی شیعہ ہیں اور شیعہ ہونے کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بھی بولتے ہیں تو پھر ان کی حدیث نقل کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ کیا مذہب ہے کہ راوی شیعہ بھی ہیں' اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بھی بولتے ہیں اور پھر انہی راویوں کی روایات کو دلیل کے طور پر پیش بھی کیا گیا ہے؟ ایک چیز اپنے لئے جائز بلکہ زبردست دلیل اور دوسروں کے لئے ناجائز بلکہ ''شجر ممنوعہ'' (ایں چہ بوالعجبی است)

دینی معاملات میں عقل کو ہی معیار اور میزان بنانا درست نہیں ہے:

ایمان باللہ کا تقاضا یہ ہے کہ انسان جب کوئی مسئلہ بیان کرے تو اس کے دلائل قرآن وحدیث سے پیش کرے' مزید دلی اطمینان کے لئے عقلی استدلال بھی پیش کر دے تو بہت اچھا ہے' لیکن چونکہ قرآن وحدیث ان کے باطل عقائد کی قطعاً تائید نہیں کرتے' لٰہذا یہ احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں صرف عقل پر انحصار کرتے ہوئے عقلی گھوڑے دوڑانے لگتے ہیں اور ہر حدیث پر عقلی اعتراض وارد کرتے ہیں' حالانکہ یہ طرز عمل ایمان کے منافی ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ

قرآن وحدیث پر ایمان رکھا جائے اور ان کی باطل تاویلات سے اجتناب کیا جائے' کہ اسی میں ایمان کی سلامتی ہے اور دین کا دار و مدار عقل اور رائے پر نہیں ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''دین کا دار و مدار رائے (اور عقل) پر ہوتا تو موزوں کے نیچے مسح کرنا بہتر ہوتا اوپر مسح کرنے سے اور بلاشبہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ موزوں کے اوپر مسح کرتے تھے۔'' (رواہ ابوداؤد والدارمی معناہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۴)

اسی طرح ریح کے خارج ہونے سے وضو کیا جاتا ہے' حالانکہ ریح کہاں سے خارج ہوتی ہے اور دھویا کن اعضا کو جاتا ہے؟ معلوم ہوا کہ دین کا دار و مدار ''ایمان'' یعنی مان لینے پر ہے' عقل پر نہیں۔

عقیدہ عذاب قبر سے عقیدہ توحید کو نقصان؟

عذاب قبر کے انکار کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس سے عقیدۂ توحید کو نقصان پہنچتا ہے اور (بقول ان کے) مردہ کو قبر میں زندہ ماننے سے عقیدۂ توحید متزلزل ہو جاتا ہے' حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے' اس لئے کہ مردہ کو کوئی بھی قبر میں زندہ نہیں مانتا' یعنی دنیاوی زندگی کا کوئی بھی قائل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شہدا کو زندہ کہا' بلکہ مردہ گمان کرنے سے بھی منع فرما دیا۔ اب جن احادیث کی بنا پر ان کو جنت میں زندہ ثابت کیا جا رہا ہے' ان میں انہی کے اصول کے مطابق جھوٹے اور شیعہ راوی ہیں اور ممکن ہے کہ شیعہ راویوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہا ہو' لہٰذا قرآن سے ثابت ہوا کہ شہدا زندہ ہیں' ان کو مردہ گمان بھی نہیں کیا جا سکتا' ورنہ ایمان سلامت نہیں رہے گا اور مردہ' جسم ہوتا ہے' روح کو کوئی مردہ نہیں کہتا۔ پس ثابت ہوا کہ شہدا قرآن کی رو سے زندہ ہیں۔ اب ان کے زندہ ہونے سے عقیدۂ توحید پر کوئی زد نہیں پڑتی اور پھر ڈاکٹر عثمانی خود مرنے والوں کو نئے جسم کے ساتھ زندہ مانتے ہیں' لہٰذا اس طرح ان کے فتویٰ کی زد خود ان پر ہی آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عقیدۂ توحید کی تبلیغ کے لئے جن برگزیدہ ہستیوں کو نبی بنا کر مبعوث فرمایا' وہ انتہائی درجہ کے صالح' متقی پرہیزگار اور صادق وامین تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تو لقب ہی صادق وامین

پڑ گیا تھا۔ عقیدۂ توحید کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ ہر دور میں صالح و متقی علماء کرام کو پیدا کرتا ہے اور انہی کو اللہ تعالیٰ دینِ حق کی حفاظت پر مامور کرتا ہے:

اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ۔ (ترمذی)

"علماء کرام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں۔"

﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءُ﴾ (فاطر: ٢٨)

"اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامات میں ایک بڑی علامت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ

"علماء دنیا سے اٹھ جائیں گے اور جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے، ان سے دین کی باتیں پوچھیں گے اور وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے۔ (اس طرح وہ) خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسرے کو بھی گمراہ کریں گے۔"

(بخاری، مسلم، مشکوٰۃ ص ۳۳)

اسلام اور عقیدۂ توحید کو جس قدر نقصان جاہلوں کے گروہ پہنچا رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اتنا نقصان غیر مسلموں نے بھی کبھی نہیں پہنچایا۔ یہ نادان دوست اسلام کے لبادہ میں اور جہالت کی وجہ سے اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا رہے ہیں اور اس طرح یہ انکارِ حدیث اور پھر انکارِ قرآن کی راہ ہموار کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کے اتباع کی توفیق عطا فرمائے اور باطل سے مکمل طور پر اجتناب کی توفیق دے۔ (آمین)

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب!!!

ہماری دعوت یہ ہے کہ

رسول اکرم ﷺ نے امت کو جس بات کا حکم دیا ہے یا جسے خود کیا ہے یا جسے کرنے کی اجازت دی ہے اسے من وعن اسی طرح کیجیے اور جس بات سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے اس سے رک جایئے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ (الحشر: ۷)

''جو کچھ رسول تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔''

رسول اکرم ﷺ نے دین کے معاملے میں جو کام ساری حیات طیبہ میں نہیں کیا' وہ کام اپنی مرضی سے کر کے اللہ کے رسول ﷺ سے آگے بڑھنے کی جسارت نہ کیجیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ (الحجرات: ۱)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔''

رسول اکرم ﷺ کی اطاعت اور اتباع کے مقابلے میں کسی دوسرے کی اطاعت اور اتباع کر کے اپنے اعمال برباد نہ کیجیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ۔ (محمد: ۳۳)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو' رسول کی اطاعت کرو اور (کسی دوسرے کی اطاعت کر کے) اپنے اعمال برباد نہ کرو۔''

محمد اسماعیل ساجد نائب مدیر ادارہ تبلیغ اسلام

جام پور ضلع راجن پور (پاکستان)

0333-8556472

تبلیغی اشتہارات کامکمل سیٹ مفت منگوائیں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے مسائل حقہ کی ترویج کے لئے مندرجہ ذیل اشتہارات کامکمل سیٹ مفت زیر تقسیم ہے۔

1- کیااللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟ ایک سوال کی دس شکلیں۔

2- اہمیت نماز اور بے نماز کا انجام۔

3- نماز میں پاؤں سے پاؤں ملانے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت۔

4- اوقات نماز کے لئے دائمی محمدی جنتری۔

5- سورۂ فاتحہ خلف الامام۔

6- آمین بالجہر کا ثبوت۔

7- اثباتِ رفع الیدین۔

ملک بھر کی تمام مساجد اہل حدیث کے منتظمین حضرات صرف پندرہ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مکمل سیٹ منگوائیں اور فریم کروا کر مساجد اور دیگر اہم مقامات پر آویزاں کریں مسائل حقہ کی ترویج کا یہ بہترین اور موثر ذریعہ ہے۔

محمد یٰسین راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور

فون 060-4567218 موبائل 0333-8556473

برادران اسلام

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ!

☆ دنیا کی تمام تر مصروفیتوں میں سب سے بہتر مصروفیت تمام کاموں میں سب سے افضل کام اور تمام مقاصد میں سب سے ارفع واعلیٰ مقصد اللہ رب العزت کی کبریائی کا اعلان اور سنت رسول اللہ ﷺ کا پرچار ہے۔

☆ مصائب کی دلدل میں پھنسی ہوئی انسانیت' جسمانی بیماریوں اور ذہنی پریشانیوں میں مبتلا نسل انسانی کا واحد علاج کلمۂ توحید و رسالت کو صحیح معنوں میں سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں ہے جس کا اعلان امام کائنات ﷺ نے کوہِ صفاء پر کھڑے ہو کر کیا تھا۔

☆ موجودہ دور میں اس کلمہ کو پڑھنے والوں کی اکثریت شرک اور بدعت میں مبتلا ہے۔

شرک اور بدعت کی حقیقت کو سمجھنے اور خالص توحید و سنت کے ذریعے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو دل میں بسانے کے لئے ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کے لٹریچر کا مطالعہ کیجئے اور دعوتِ دین کا افضل ترین فریضہ سرانجام دیجئے۔

محمد اسماعیل ساجد نائب مدیر ادارہ تبلیغ اسلام
جام پور ضلع راجن پور (پاکستان)
موبائل: 0333-8556472

ادارہ تبلیغ اسلام...... جام پور

- ادارہ تبلیغ اسلام جام پور 1967ء سے حضرت مولانا محمد یٰسین راہی ﷾ کی نگرانی میں دین حقہ کی ترویج واشاعت میں کوشاں ہے۔اب تک مختلف مسائل پر 350 سلسلہ ہائے تبلیغ ساٹھ لاکھ سے زائد تعداد میں شائع کر کے تقسیم کئے جا چکے ہیں۔
- ملک بھر میں یہ اپنی نوعیت کا منفرد ادارہ ہے جس کی طرف سے بڑے پیمانے پر لٹریچر چھپوا کر مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔
- ہزاروں بھٹکے ہوئے لوگ ادارہ کا لٹریچر پڑھ کر راہِ ہدایت پا چکے ہیں۔الحمدللہ
- ادارہ کا کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہیں بلکہ مخیّر احباب کے رضا کارانہ تعاون سے ہی دین کا یہ سب کام سرانجام دیا جارہا ہے۔

جامعہ محمدیہ جام پور:

ادارہ ہی کے تحت علاقہ کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ محمدیہ قائم ہے جس میں بڑی تعداد میں بیرونی و مقامی طلباء قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔تمام طلباء کے اقامتی و تعلیمی اخراجات جامعہ کی طرف سے برداشت کئے جاتے ہیں۔طالبات کے لئے تعلیم دین کا الگ انتظام ہے جس میں بچیاں حفظ، ناظرہ ترجمۃ القرآن کی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔

ادارہ کی شاخیں:

ادارہ کی زیرنگرانی جام پور تحصیل کے مختلف مقامات پر چھ شاخیں فروغ دین کے لئے کوشاں ہیں۔

مخیر احباب توجہ فرمائیں:

تمام اہل مال، مخیّر حضرات سے اپیل ہے کہ وہ ادارہ کے لئے مالی تعاون فرما کر دین حق کی اشاعت کو فروغ کے مذکورہ پروگرام میں شامل ہوں۔

محمد اسماعیل ساجد

نائب مدیر ادارہ تبلیغ اسلام

جام پور ضلع راجن پور (پاکستان) 0333-8556472

Printed by: **Maktabah Muhammadia** Ph:0300-4826023